اکیسویں صدی کے پہلے دو عشروں میں ادباء کا سفرحجاز سے متعلق جذبات کے اظہارکا مطالعہ

The Study of Manifestation of Emotions of the Literati/Intellectuals of the First Two Decades of the 21st Century Regarding the Hijaz Journey

سدرہ صادق*

ڈاکٹر محمد عباس**

Abstract

Safar is Arabic word which means journey or to cover a distance. In Urdu and Persian literature, the word ‘Nama’ which means written text is usually suffixed with the word ‘Safar’ and read as ‘Safarnama’ which becomes equivalent to travelogue in English. Ajaebat-e-farang of Youssef Khan Kambal Posh, published in 1847 is considered as one of the earliest travelogues of Urdu literature. In the earlier travelogues, the trend was to provide the geographical information to the reader. Later on, the trend changed and other elements such as feelings, emotions and appreciations were also included. Travelogue of hajj, *Mah e Maghreb*, was written by Mansab Ali Khan in 1871. In 20th century the trend of hajj travelogue increased and kept on increasing further. The purpose of this article is to examine the emotional endeavors of the selected Hejaz (the area encompasses holy places of Makka and Madina) travelogues published in the first two decades of 21st century (2010 to 2020) to analyze how writers expressed their emotion and sentiments during the travelogues of these two holy places.

Keywords: Travelogue, Hajj o Umrah, Emotional endeavors, Feelings, Environment

---

* پی ایچ ڈی اسکالر شعبہ اردو اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور۔

** ** پروفیسر شعبہ اردو اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور۔

سفر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مسافت طے کرنے کے ہیں ۔ جبکہ فارسی میں نامہ کا مطلب خط فرمان یا تحریر شدہ عبارت ہے۔انگریزی میں سفرنامہ کے لئے لفظ Travelogue استعمال کیا جاتا ہے۔دیگر معمولات زندگی کی طرح سفر بھی زندگی کا ایک معمول ہے۔جو انسان ضرورتاًیا ارادتاً اختیار کرتا ہے۔سفر انسانی زندگی کے آغاز سے ہی شروع ہوا ۔آدم کی تخلیق ہی سے انسان سفر سے دوچار ہوا ہے آدم کا زمین کی طرف آنا ہی پہلا سفر ہے۔سفر انسانی زندگی کے جمود کو توڑتا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿قل سیر و فی الارض ﴾

ترجمہ.آپ کہہ دیجئے زمین میں سیر کرو۔

ایک مثل بھی مشہور ہے کہ

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامہ

ترجمہ۔زیادہ سے زیادہ سفر کرو تاکہ تمہاری خامیاں دور ہو جائیں

زمانہ کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ سفر کے طریقہ کار میں بھی تبدیلی آتی گئی۔پیادہ سفر کرنے والے گھوڑوں اونٹوں پر سوار ہوئے اور پھر پہیے کی ایجاد نے انسانی پاؤں میں ایسا چکر بھر دیا کہ وہ پھر رک نہ سکا۔ آج کا سفر صرف دیگر ضروریات کے تحت تو ہوتا ہی ہے لیکن پہیے کی ایجاد نے سفر کو جو آسانی بخشی تو سیاحت کو بھی فروغ ملا اور سیاحوں نے اپنی سیاحت کو قلمبند کرتے ہوئے

عام قاری تک بھی دیگر ممالک کے جغرافیائی تاریخی اور معاشی اور معاشرتی حالات کو جزئیات کے ساتھ پہنچایا ہے اب سفر صرف مادیت کے حصول کا ذریعہ نہ رہا بلکہ روحانی کیفیات کے سکون کا باعث بھی بنا۔

سفرنامے کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

"سفرنامہ سفر کے تاثرات ،حالات اور کوائف پر مشتمل ہوتا ہے۔ فنی طور پر سفرنامہ وہ بیانیہ ہے۔ جو سفرنامہ نگار سفر کے دوران یا اختتام سفر پر،اپنے مشاہدات،کیفیات اور اکثر اوقات قلبی واردات سے مرتب کرتا ہے۔"[1]

سفرنامہ بنیادی طور پر ایک بیانیہ تحریر ہے۔اسے لکھنے والا اپنے تجربات و مشاہدات کو ایک بیان کی صورت میں ہمارے سامنے لاتا ہے۔چنانچہ سفرنامہ نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوران سفر اپنی آنکھیں کھلی رکھے اور گرد پیش کا بڑی ذہانت اور باریک بینی سے مشاہدہ کرے۔

کچھ سفر ایک مسلمان کی زندگی میں ضروری اور اہم بھی ہوتے ہیں جیسے صاحب استطاعت مسلمان کے حق میں حج بیت اللہ کا سفر ایک ایسا سفر ہے جو دیگر اسفار سے مختلف نوعیت کا ہے۔حج کی ادائیگی(بشرط استطاعت) تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک لازمی رکن ہے۔

سور آل عمران کی آیت نمبر ۹۷ میں ک

 وَلِلّٰهِ عَلَي النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَـطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ

ترجم’’اور لوگوں پر بیت الل کا حج، الل کا حــق ، جــو واں پنچــن کی اســتطاعت رکھتــا و اور جــو شخص انکار کر تو الل دنیا والوں ســ ب نیـاز ‘‘(آل عمران)[2]

ایک اور جگ ارشاد

واتمواالحج و العمر لل(سور بقر)

ترجم”حج اور عمر الل ک لی پورا پورا ادا کرو [3]

”حضـــرت علی کـــرم الل وج ســـ روایت ک رســـول ن فرمایـا ک جس شـخص ک پـاس سـامان سـفر اور سـواری و جـو اسـ بیت الل شـریف تـک پنچا د پھر و حج ن کر پس اس بات میں کـوئی فرق نیں ک و چا یودی و کر مر یـا عیسـائی و کر‘‘[4]

حج اسلام کا ایک بنیادی رکن دوسری عبادات کی طرح اس کی اصـل روح تقـویٰ حج کـا مقصـد ی ک الل کا جو بند موسـم حج میں مقامـات حج یعـنی مک تـک پنچ سکتا و اپنی زنـدگی میں کم از کم ایـک بـار ضـرور واں پنچ حج ایک ایسی مالی اور بدنی عبادت جس میں دنیا ک تمـام مسـلمان بغـیر کسـی تفریـق ک مخصـوص ارکان کو ایک ی طرح ادا کرت یں انسان ایک مخصـوص

لباس میں چند مخصوص ارکانِ عبادت ادا کرتا ہے۔ یعنی طواف، سعی، وعمرہ وغیرہ ۔

حج کے باعث لاکھوں خوش نصیب اس سرزمین کی زیارت اور اسلام کے پانچویں رکن کی ادائیگی سے ہر سال فیضیاب ہوتے ہیں .کچھ زائرین اس بابرکتسر زمین پر محسوس ہونے والے جذبات واحساسات کو زبان کے ساتھ ساتھ تحریری شکل میں بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی اس مقدس سفر کے بارے میں لکھتے ہیں اس سے ایک تو ان کو روحانی سکون ملتا ہے۔ دوسرا سماج کے وہ افراد ان سفرناموں میں دلچسپی لیتے ہیں جن کی وہاں تک رسائی نہیں ہوپاتی۔اور وہ سفرنامہ نگار کی آنکھوں سے اس سر زمین کو دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے بیان کردہ جذبات و احساسات سے اپنے من کی تشنگی بھی بجھانے لگتے ہیں۔

اس سفر مبارک کے بہت سے سفر نامے لکھے گئے اور لکھے جاتے رہیں گے ۔ اگر چہ مقصد ایک ہے، منزل ایک ہے، ماحول ایک ہے، منظر ایک ہے مگر اس منزل کو جانے والا ہر مسافر ایمان واحساس کی اپنی ایک دنیا رکھتا ہے اور ہر زائر اپنی اپنی نگاہ سے اس منظر کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ جب کوئی سفرنامہ نگار کسی سفر کی طرف عازم ہوتا ہے تو اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے سفرنامے میں خارجی عوامل کے ساتھ ساتھ ان داخلی کیفیات کو بھی لوگوں تک پہنچائے جوکہ وہ محسوس کرتا

ہے اور جب بات سفر حجاز کی ہو تو یہ خواہش کچھ اور شدّت اختیار کر لیتی ہے کیونکہ مذہبی مقامات کے ساتھ وابستگی انسان کی فطرت میں موجود ہوتی ہے۔

سفرنامہ نگار چاہتا ہے کہ وہ ان مقامات کے متعلق معلومات ، ان مقامات سے جذباتی لگاؤ، جسمانی کیفیات کے ساتھ روح پر ہونے والے اثرات اپنے قارئین تک ایک اچھوتے اور منفرد اندازمیں پہنچائے تا کہ قاری سفرناموں کی یکسانیت سے اکتاہٹ کا شکار نہ ہوسکے۔

سفرنامہ نگاروں کی جذباتی کاوشوں کے تشکیل کردہ زاویے

حجاز مقدّسہ وہ پاک سرزمین ہے جس کے ساتھ جذباتی لگاؤ ہر مسلمان کی فطرت میں شامل ہے۔ اسی لئے ان سفرنامہ ہائے حجاز میں سفرنامہ نگاروں کے جذباتی کاوشوں کے تشکیل کردہ زاویوں کے بھی اپنے رنگ ہیں ۔ ان زاویوں کا تعلق انسان کی داخلی کیفیات سے ہے۔جو حرمین شریفین کے مناظر اور ماحول سے زائرین پر طاری ہوتی ہیں .اسی جذباتی کیفیت کا عکس منتخب سفرنامہ نگاروں کے ہاں کبھی بیت اللہ شریف کی زیارت، کبھی روضہ رسولﷺ کی بارگاہ میں حاضری اور کبھی عرفات کے میدان میں آنکھوں سے بہتے ہوئے جھرنوں کی صورت میں نظر آتا ہے ۔ سفرنامہ نگار نہ صرف ان مذہبی مقامات سے متعلق معلومات قاری تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ

وہ جذبات بھی بیان کرتا ہے جو عام قاری محسوس تو کر سکتا ہے لیکن ان کیفیات کا اظہار اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ ذیل میں ان دلکش اور جذباتی کیفیات کا جائزہ لیتے ہیں جو اکیسویں صدی کے پہلے دو عشروں میں شائع ہونے والے سفرناموں میں ملتی ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ یکم مارچ 1939 کو گوجرانوالہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ اردو ادب کے مشہور ڈرامہ نگار، افسانہ نگار، ناول نگار اور سفر نامہ نگار کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں ایک اہم نام ہے۔ ان کے کالم بھی اخبارات میں باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں لیکن بحیثیت سفرنامہ نگار ان کی حیثیت سب سے منفرد ہے۔ مستنصر حسین تارڑ تیس سے زیادہ سفرنامے لکھ چکے ہیں’ منہ ول کعبہ شریف‘ ان کا حج کا سفر نامہ ہے جو 2004 میں شائع ہوا۔ اس سفر نا مہ میں انہوں نے اپنے اس سفر کے دوران آنے والے واقعات کے ساتھ ساتھ جذباتی کیفیات کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔اپنے جذبات کا برملا اظہار کیا ہے،یہی وجہ ہے کہ قاری سفرنامہ پڑھتے پڑھتے سفرنامہ نگار کے ساتھ خود کو بھی اس سفر کا زائر سمجھنے لگتا ہے۔اس سفرنامہ کی خوبصورتی ہی ان کا یہ انوکھا انداز ہے۔آپؐ سے محبت میں شدت کا ایسا رنگ نظر آتا ہے کہ قاری بھی اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے۔مندرجہ ذیل اقتباس میں یہ رنگ دیکھئے۔

"بابا کجھور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگائے باتیں کر رہے ہیں ۔۔۔۔آواز دھیمی ہے اور مسکراہٹ مسلسل ہے کہ یہ جو سجدے میں پڑا یہ بھی آ گیا ہے۔۔۔۔منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں کھدر کے تہبند اور کرتے کوسنبھالتے بیٹھے ہیں۔۔۔میرے برابر میں جو دو شخص کھڑے تھے وہ بھی وہاں نہ رہے،بس میں رہا اور میرا رسول ﷺ رہا۔۔۔۔جو کچھ میرےبدن میں عربی میں جاری تھا وہ تو میرے سوچنے سمجھنے سےماوراخوبخود گرد ش میں تھا،تو میں نے تو اسے جاری رہنے دیا لیکن خود پنجابی میں چلا گیا۔۔۔رواں ہو گیا۔۔کتھے مہر علی"[5]

عرفات سے واپسی کے بعد ایک میدان جہاں واپسی کی رات گزاری جاتی ہے مزدلفہ کہا جاتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ مزدلفہ کی رات کے زیر اثرجذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں اور پیدا ہونے والی اپنی اس کیفیت کوبہت خوبصورت انداز میں قلمبند کرتے ہیں:

’’اور یہ رات توتخیل اور اس جنت کا ایک پر تو ہے۔جس کا وعدہ ہے۔۔ ایک اشارہ ہے۔۔ ایک استعارہ ہے۔۔ چاندنی ہے۔۔ یہ جو میرے آس پاس ہے۔۔ یہیں کہیں میری شہ رگ سے قریب جو خیمہ زن ہے اور اس کی موجودگی ہے۔۔ میرے کانوں میں قلب میں رگوں اور شریانوں میں اور ہڈیوں میں جوگودہ ہے اس کے ایک ایک خلیے میں اترتی ہے۔۔۔ محسوس ہوتی ہے اور میرے بدن کے ہر مسام میں

وہ اپنا خیمہ نصب کر کے قیام کرتی ہے۔ اور ہر مسافر ہر مو ایک آنکھ ہے۔ جو کبھی میں کھولتا ہوں اور کبھی ڈھکتا ہوں اور جب کھولتا ہوں تو اسے سامنے پاتا ہوں اور اس سے باتیں کرتا چلا جاتا ہوں''[6]

مشہور کالم نویس عرفان صدیقی بھی اردو دان طبقے میں ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔ ادب کی دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ سفر نامے میں بھی اپنے فن کا اظہار بخوبی کرتے ہیں۔ ان کا سفر نامہ ''مکے مدینے'' کے نام سے سن 2004میں کتابی شکل میں آیا۔ اس سے پہلے عرفان صدیقی حج وعمرے کے تجربات وکیفیات کو اپنے کالموں میں وقتاً فوقتاً بیان کرتے رہے ہیں انکا یہ سفرنامہ انہی کالموں پر مبنی ہے۔ یہ سفر بلاشبہ ان کے لئے جذبوں کی شدت سے بھرپور سفر رہا جو اس سفرنامے کے ہر لفظ سے جھلکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا یہ سفرنامہ ادبی حوالے سے بھی اعلیٰ پائے کا ہے۔جس کا اندازہ قاری کو گاہے بگاہے ہوتا ہے۔

زائرین فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جب حجاز کا رخ کرتے ہیں تو یہ ممکن نہیں کہ وہ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری نہ دیں ۔عرفان صدیقی رسولﷺ سے عشق ومحبت کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ ان کی تحریر میں محب و محبوب دونوں کی طرف سے کیفیات کا اظہار نظر آتا ہے۔ وہ مدینہ شریف میں

حاضری کے وقت امڈآنے والے جذبات اور کیفیات کا اظہار نہایت خوبصورت انداز میں کرتے ہیں۔

''زندگی بھر جلتے بلتے صحراؤں میں پابرہنہ بھٹکنے والا انسان جونہی مدینے کی آغوش میں قدم رکھتا ہے، اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی نخلستان میں آگیا ہے۔۔۔ جیسے کڑی دھوپ میں چلتے چلتے اچانک گھنے یہ بادل کے کسی ٹکڑے نے سائبان ساتان لیا ہو۔ جیسے کوئی کہہ رہا ہو'تم نے اتنی دیر کر دی؟ جتنا عرصہ تم یہاں آنے کے جتن کرتے رہے ہو، اتنا ہی عرصہ میں تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔ آؤ میرے قریب آؤ' جیسے دلوں کے اندر ہی اندر ایک سرگوشی سی اٹھ رہی ہو 'تم جو کچھ بھی ہو میں تمہارا ہوں' جیسے کسی مسیحا نفس کے خیال کے لمس نے سارے دکھ دور کر دیئے ہوں جیسے اجڑے ہوئے چمن میں یکایک بہار آجائے۔ جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آ جائے''[7]

راجا محمد یعقوب حفیظ شعبہ تدریس سے وابستہ ہیں "سوئے طیبہ" کے نام سے انکا سفرنامہ 2006 میں شائع ہوا جس میں انہوں نے حرمین شریفیں میں بیتے دنوں کو ایسے دلفریب انداز میں بیان کیا ہے کہ قاری چشم تصور میں ان کا ہم راہی بن جاتا ہے۔یہ سفرنامہ سلیس زبان میں لکھا گیا ہے جسے پڑھتے ہوئے عام قاری بھی لطف و سرور کے ان جذبوں سے آشنا ہو جاتا ہے جو اس سر زمین

پر سفرنامہ نگار کے دل میں جاگزیں ہوئے جب مسجد نبوی سے رخصت ہونے لگتے ہیں تو اپنی جذباتی حالت کو یوں بیان کرتے ہیں ۔

’’مسجد نبوی ﷺ چھوڑنے کی کیفیت عجیب تھی ۔ آنکھوں میں آنسو دل میں بے قراری، میں بار بار مسجد نبوی کی طرف دیکھتا تھا ۔اور سوچتا تھا شاید پھر کبھی زیارت کاموقع نصیب ہو گا یا نہیں ۔دور تک آنکھوں سے جھڑی لگی رہی ،دل بےقرار رہا،اب بھی مسجد نبوی ﷺ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ جی چاہتا ہے۔ اڑ کر مسجد نبوی ﷺ پہنچ جاؤں "[8]

محمد مبشر نذر اگست 1975 کو پیدا ہوئے۔آپ پیشے کے لحاظ سے اکاؤنٹنٹ ہیں ۔آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک کئی نامور اداروں میں اپنی خدمات سر انجام دیں۔مذہب کی طرف رجحان ہونے کے باعث دین اسلام کی تعلیم اور مطالعے پر بھی خاص توجہ دی۔ ان کا سفرنامہ ’’قرآن اور بائبل‘‘2007ـمیں شائع ہوا اور ادبی حلقوں میں خاصی پذیرائی حاصل کی۔ اس سفرنامے کی منفرد بات یہ ہے۔ کہ اس سفرنامے میں ان مقامات مقدسہ کو تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔ جن کا ذکر قرآن پاک اور بائبل میں کیا گیا ہے۔۔اور ان مقامات سےمتعلق قرآنی آیات،احادیث اور بائبل کی آیات کے حوالے بھی فراہم کئے گئے ہیں ۔ ان معلومات کو پہنچانے کے ساتھ ساتھ سفرنامہ نگار نے اپنی عقیدتوں کے مختلف رنگ بھی نہایت خوبصورت انداز مین بیان کئے

ہیں۔وہ حرم کے نورانی ماحول میں کھو سے جاتے ہیں یہ سطریں دیکھئے:

’’ اگر حضور ﷺ کی ذات نہ ہوتی ہم کس طرح اپنا تعلق اپنے اللہ سے قائم کر پاتے۔۔۔۔مجھے یقین ہے اس مقام پر اللہ تعالی ک انوار کی بارش ہو رہی ہو گی اس میں میرا وجود عجیب سا لگ رہا تھا۔پھر مجھے خیال آیا کی سمندر میں ناپاک قطرے گرنے سے سمندر کو کوئی فرق نہیں پڑتاالبتہ سمندر اس قطرے کو خود میں فنا کر کےپاک کر دیتا ہے۔یہ صوفیا کی وحدت الوجود کے فلسفے کی طرح انسان کی ذات کےخدا کی ذات میں جا ملنے والی بات نہیں تھی۔ انسان کے گناہوں کو حرم کی حاضری دھو کر پاک کر دیتی ہے اور اس کے وجود کا اس طرح سے تزکیہ ہو جاتا ہے کہ وہ آئندہ گناہوں سے اجتناب کرنے لگتا ہے" [9]

ڈاکٹر وقار مسعود خان جون 1985 میں ملتان میں پیدا ہوئے۔آپ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں اور ادب سے گہرا شغف رکھتے ہیں ۔طنز و مزاح پر مبنی آپ کی ایک کتاب دال میں کچھ کالا ہے کے نام سے آ چکی ہے جبکہ افسانوں کا مجموعہ زیر طبع ہے۔آپ کا سفر نامہ حج ہوا کے دوش پر‘‘ کے نام سے 2007 میں منظر عام پر آیا۔یہ سفرنامہ ایک عام سے زائر کی دلی کیفیات کا سادہ الفاظ میں اظہار ہے،اسی سادگی نے اس سفرنامے کو خاص بنا دیا

ہے، ڈاکٹروقارمسعود خان خانہ کعبہ میں حاضری کی کیفیت کو ایسے بیان کرتے ہیں کہ انکا رواں رواں سراپا نگاہ بن جاتا ہے۔ جذبات کی شدت کا انداز دیکھئے۔

’’ ایک عجیب سی کشمکش تھی۔۔۔ خواہشوں اور جذبوں کا ایک بے لگام دھارا تھا جو ہمیں دھیرے دھیرے حرم شریف کی طرف کھینچ رہا تھا۔۔۔۔ آنکھوں میں عکس تھا اور دل میں روشنی۔۔۔لبوں پر صرف نام خدا کی چاشنی ۔۔۔اور پھر بے قراری کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف لپکے کہ یہ ساعت کہیں گزر ہی نہ جائے۔۔۔یہ سعادت کہیں لمحہ بھر میں چھین ہی نہ لی جائے حلق آنسوؤں سے تر ہو گیا۔۔ جذبات کی شدت سے بدن آگ کی طرح تپنے لگا۔۔۔یہ سعادت ایک گنہگار کو نجانے کس نیکی کے عوض عطا کر دی گئی تھی۔اس خوش نصیب لمحے پر نفاست کے ساتھ عقیدت و احترام سے آنسوؤں کا غلاف چڑھایا۔بوسوں کی گرہ باندھی اور پھر چپکے سے دل کے ایک کونے میں محفوظ کر لیا۔کتنی ہی دیر خانہ کعبہ سے چمٹ کر کھڑے رہے۔۔حواس کہاں تھے،ہوش کدھر تھا،کعبہ کا غلاف تھا اور نم آنکھیں تھیں ،پھڑ پھڑ اتے لب۔۔۔اشک کپکپاتے ہاتھ اور لرزتا بدن تھا۔۔۔خدا تھا اور بندہ خدا تھا" [10]

پروفیسر ڈاکٹر محمد عقیل جدید علوم کے ساتھ علوم دینیہ بالخصوص قرآن و حدیث اور تذکیہ نفس کے

موضوع پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔دینی اور سماجی موضوعات پر آپ متعدد کتب لکھ چکے ہیں۔ آپ کا حج نامہ "حج کا سفر"2010 میں سے شائع ہوا۔اس سفرنامے میں سفرنامہ نگارنے اپنی اندرونی کیفیات کو ادبی پیرائے میں کچھ اس انداز مین بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے داد دئیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

و اذا جعلنا البیت مثا بہ للناس و امنا۔(سورہ بقرہ)

"وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے ایسی جگہ بنایا جہاں وہ لوٹ لوٹ جائیں اور جو سراپا امن ہو "[11]

ڈاکٹر محمد عقیل بھی دیگر سفرنامہ نگاروں کی طرح خانہ کعبہ کی شان دیکھ کر اپنی خوش قسمتی پر نازاں دکھائی دیتے ہیں۔

بیت اللہ شریف پر پڑھنے والی پہلی نظر کو بیان کرنے کا انداز ملاحظہ کیجیے:

’’ سامنے بیت اللہ پوری آب و تاب سے سیاہ غلاف میں ملبوس موجود تھا۔اس وقت پورا ماحول دودھیا روشنی سے منور تھا۔۔۔وہ خانہ کعبہ جس کی سمت ہمیشہ سجدے کئے وہ آج بالکل سامنے تھا۔۔۔۔ کعبہ کا سیاہ غلاف ہیبت الہی کی عکاسی کر رہا تھا۔۔۔میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان سے دعائیں ،ساتھ ہی خدا کا شکر گزار تھا کہ اس نے آج

اس گنہگار آنکھوں کو وہ گھردکھایا جسے
ابراہیم،اسمعیل اور نبی کریم ﷺ نے دیکھا" [12]

مستنصر حسین تارڑ کا دوسرا سفرنامہ حجاز 2007 میں "غار حرا میں ایک رات"کے نام سے شائع ہوا۔اس سفرنامے کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں بالخصوص غار حرا کا ذکر تفصیلی انداز میں کیا ہے۔آپ کا یہ سفر نامہ جا بجا جذباتی کیفیات میں ڈوبا ہوا ہے۔ مستنصر اپنے احساسات کو ایسے الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ قاری بھی ان جذباتی کیفیات کا بھر پور لطف لیتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو یہ وہ مقام تھا جہاں اللہ کا حبیب دنیا سے قطع تعلق ہو کر تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ اپنے اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ " میں غار حرا میں تنہائی اختیار کیے ہوئے تھا " [13]

غارحرا میں اپنی موجودگی کو مستنصر کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"اور یہاں کوئی ایک حصہ تھا کوئی ایک جگہ تھی۔۔کہاں کہاں ان کے نقش پا نہ تھے،ہتھیلیوں کے نشان ثبت نہ تھے اگر یہ نقش اور نشان نمایاں ہونے کا قصد کر لیں تو جبل نور کا ہر پتھر ہر سنگ ریزہ دمکنے لگے۔ہر جانب پاؤں کے نشان اور ہتھیلیوں کی شباہتیں یوں روشن ہو جائیں کہ ان کا عکس میرے بدن کے چپے چپے پر ٹھہر جائیں۔دور سے مجھے کوئی دیکھے تو حیرت میں چلاجائے کہ یہ شخص پاؤں کے نشانوں اور ہتھیلیوں کی شباہتوں سے بنا ہوا ہے۔

اس کے بدن کا کوئی حصہ کالک میں نہیں سارے کا سارا روشن ہے اور میں دم روکے ساکت اسی حالت میں تو نہ بیٹھا رہتا ہے ذرا سی حرکت کرتا اور یوں وہ پاؤں اور ہتھیلیوں کے عکس بھی میرے بدن پر اپنی جگہ بدلتے ہیں میرے حرکت کرنے سے وہ ذرا آگے پیچھے ہوتے تو مجھے لگتا حضور ﷺ میرے وجود پر چلتے ہیں ان کے پاؤں میرے بدن پر چلتے ہیں "[14]

ڈاکٹر آصف محمود جاہ کا شمار ملک کے مشہور ماہرین طب میں ہوتا ہے۔ آپ نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کیا ہے اور مقابلے کا امتحان بھی پاس کیا ہے آپ فلاحی کاموں میں سرگرم عمل رہتے ہیں ۔ آپ کو حکومت پاکستان کی جانب سے ستارہ امتیاز سے بھی نوازاگیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ تصنیف و تالیف سے بھی وابستہ ہیں۔ آپ کا سفرنامہ ''اللہ، کعبہ اور بندہ ''کے عنوان سے ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا اور پذیرائی حاصل کی۔ آپ کا سفرنامہ اس حوالے سے منفرد سفرنامہ ہے کہ اسے ڈائری کی تکنیک پر لکھا گیا ہے۔ اس میں بیان کردہ جذبات و کیفیات کا لطف اس لئے بڑھ جاتا ہے کیونکہ آصف محمود جاہ حرمین شریفین کی فضاؤں میں بیٹھے بیٹھے اپنے دل میں امڈ آنے والی باتوں کو صفحہ قرطاس پر بکھیرا ہے ۔

وہ غار ثو ر میں جاتے ہیں تو خود کو غارثور کے پتھروں میں سے ایک پتھر محسو س کرنے لگتے ہیں ۔ان کے سامنے پیارے آقا کا تین دن کا وہ قیام سامنے آنے لگتا جب آقا نے آج سے تقریبا ۱۴۵۰ سال پہلے ہجرت کی موقع پر

اپنے دوست اور رفیق سفر ابوبکر صدیقؓ کو یہ کہتے ہوئے تسلی دی کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے ۔

حضرت ابو بکر سے روایت ہے کہ

"میں غار ثور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں نے کافروں کے پاؤں دیکھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر کسی نے ذرا بھی قدم اٹھایا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا اس پر آپ نے فرمایا تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو"[15]

اس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر آصف محمود جاہ جذبات کی رو میں ایسے گم ہوتے ہیں کہ وہ تصور میں حضرت ابوبکرصدیقؓ سے مخاطب ہو تےہیں:

’’غارثور کے اندر جا کر دل کی جو کیفیت ہوئی، بدن میں جو سنسنی دوڑی اس کو الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ غارثور میں آکر اپنا آپ بھول گیا۔ میں تو غار ثور کے پتھروں کا حصہ بن گیا ہوں۔ میں تو اب ادھر ہی ہوں پیچھے سے آوازیں آرہی ہیں۔ آرام سے کہتے رہے ہیں باہر آجاؤ مجھے کیسے غارثور کوئی سے جدا کر سکتا ہے۔ آوازیں تیز ہو گئیں ۔ غصہ میں بھی اضافہ ہو گیا ۔ اندر بیٹھا ابوبکر صدیقؓ بھی کہنے لگا حاجی، آپ چلے جائیں ۔کیسے جاؤں؟ میں تو غارِ ثور ہوں۔۔۔ پتھروں پر نظر ڈالی۔۔۔ عقیدت واحترام سے رینگتے ، سرکتے، پتھروں کا لمس

> لیتے باہر نکلنے کی سعی کی ہے۔ اللہ کعبہ اور بندے کا یہ حصہ بھی غارثور کے سامنے بیٹھ کر لکھا جارہا ہے۔‘‘[16]

ابو یحیٰ ستمبر 1969 کو پیدا ہوئے۔آپ پاکستانی سکالر اور مصنف ہیں۔آپ کی بیس کے قریب کتب منظر عام پر آئی ہیں۔جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہیں ان میں سب سے زیادہ معروف کتاب" جب زندگی شروع ہو گی"ہے۔ جو اردو زبان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔کئی ملکی اور غیر ملکی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں ۔ابو یحیٰ نے کمپیوٹر سائنس اور علوم اسلامیہ میں فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن کے ساتھ ماسٹرز کی ڈگریاں حاصل کیں اور سوشل سائنسز میں ایم فل کیا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری اسلامک سٹڈیز میں حاصل کی۔آپ تحریر و تقریر کے ذریعے لوگوں کو ایمان و اخلاق کی دعوت دے رہے ہیں اس کے علاوہ ٹیلی ویژن پروگرام ا خبار میں مضامین،پبلک اجتماعات کے ذریعے بھی دعوت و اصلاح کا کام کرتے رہے ہیں۔"کھول آنکھ زمیں دیکھ‘‘ ان کا سفرنامہ حجاز ہے۔ جو2014ء میں شائع ہوا ۔اس سفرنامہ کو پڑ ھتے وقت قاری کہیں الجھاؤ کا شکار نہیں ہوتا ۔ابو یحیٰ نے یہ سفرنامہ لکھتے ہوئے ایک عام قاری کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھا ہے۔

حرم پاک سے وداع ہوتے ہوئے وہ جذباتی ہو جاتے ہیں ۔ان الوادعی لمحوں میں جذبات میں مچلنے والی ہلچل کو یوں بیان کرتے ہیں:

’’ہم سب الوداعی طواف کے لئے مکہ آئے۔۔۔۔ہر جگہ نور اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔بے قراری تو تھی لیکن ساتھ میں قرار بھی تھا،یہ بات اہم ہے کہ انسان خدا کے گھر کو چھوڑ رہا ہو مگر یہ زیادہ اہم ہے کہ خدا انسان کو نہ چھوڑےرخصتی کے اس صبر آزما لمحے میں میرا احساس تھا کہ خدا نے ہمیں نہیں چھوڑا۔۔۔۔ہاں خدا سے اتنی دعا ضرور کی ہر بار کی اس جدائی سے دل بہت گھبراتا ہے۔تو قادر مطلق ہے تو چاہے تو بلا استحقاق جنت کی اس بستی میں بسا دیں۔جہاں کوئی ملاقات آخری نہیں ہو گی"[17]

مفتی عبد الرؤف غزنوی صاحب دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ رہے ہیں ۔ان دنوں پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں استادحدیث ہیں ۔ آپ کا یہ حج نامہ "حکایات و مہر و وفا" کے نام سے2017 میں طبع ہوا۔اس سفرنامہ میں سفرنامہ نگار نے مختلف واقعات کو بیان کرتے ہوئے جا بجا تاریخی حوالے بھی دئیے ہیں ۔اس سفرنامہ میں سفرنامہ نگار نے واقعات کو ایسے بیان کیا ہے کہ قاری ان جگہوں سے عقیدت و احترام میں ڈوبتا چلا جاتا ہے ۔

دعا ایک ایسا جذباتی تعلق ہے جو بندے اور معبود کے درمیان رابطے کا کام دیتی ہے۔ کسی بندے کے وہ جذبات جو وہ اپنے معبود تک پہنچانا چاہتا ہو تو اس کا ذریعہ اظہار دعا ہی ہے۔یہ دعا ہی ہے جس میں انسان اپنے معبود کی تعریفیں کرتا ہے، خواہشات کے پورا ہونے کی آرزوئیں کرتا ہے اور اپنی دلی کیفیات کو الفاظ کا روپ دیتا ہے۔مفتی عبد الرؤف غزنوی بھی جب روضۂ رسولﷺ پر حاضر ہونے لگتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ آج ساری دعائیں مانگ لیں گے۔لیکن پھر اس پاک جگہ کی حاضری ہی گویا ان کی تمام دعاؤں کی مقبولیت بن جاتی ہے۔وہ رقمطراز ہیں:

’’ اس تصور سے دل و دماغ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو گئی جس سے وہ ساری تمنائیں اور حاجتیں چلتے وقت یہ منصوبہ بنایا تھا کہ روضۂ اقدس پر حاضری کے دوران سلام پیش کرنے کے بعد ان تمناؤں اور حاجتوں کے حصول کے لئے آپ ﷺ کے توسل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کروں گا۔ اس لئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کی تمنا جب پوری ہو گی تو ایسے محسوس ہونے لگا کہ تمام تمنائیں پوری ہو گئیں۔اب مزید کسی تمنا کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس وقت حافظ شیرازی کا یہ شعر میری کیفیت پر منطبق ہو رہا تھا۔ترجمہ ومفہوم ہم حاجت مند تو بے شک ہیں لیکن زبان میں سوال کرنے کی ہمت نہیں رہی کیونکہ دربار کریم میں حاضری کی

تمناجب پوری ہو گئی تو مزید کسی تمنا کی ضرورت کیا ہے؟"[18]

ڈاکٹر اشفاق احمد ورک ک جون 1963 میں پیدا ہوئےآپ کاشمار علمی اور ادبی حلقوں میں بحیثیت ،مزاح نگا،خاکہ نویس،محقق،نقاد شاعر اور کالم نگار ہوتا ہے۔آپ بیس سے زائد کتب کے مصنف ہیں ،آپ نے تقریبا ہر موضوع پر لکھا لیکن تحقیق و تنقید کے حوالے سے آپ نے بہت کام کیا۔آپ شعبہ درس و تدریس سے وابستہ ہیں ۔آپ کا سفرنامہ حجاز’’جو اما ں ملی تو کہاں ملی ‘‘ کے نام سے 2019میں شائع ہوا۔"جو اماں ملی تو کہاں ملی "ایک ایسے زائر کی داستان ہے جو سرزمین حجاز میں قدم قدم پر نئی کیفیتوں سے آشنا ہوتا ہے اور اس کا بیان بھی اتنا خوبصورتی سے کرتا ہے کہ قاری بھی لطف لئے بنا نہیں رہ سکتا ۔بلاشبہ وہ مقام ہی مقام اماں ہے ۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

ۗفیہ ایت بینت مقام ابراھیمۚومن دخلہ کان امناۗ(سورہ آل عمران)

"اس میں روشن نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے۔"[19]

اپنے سفرنامے میں وہ اس مقام امن کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں

’’خانہ خدا کا یہ طلسماتی منظر تھا کہ ہماری پتلیوں میں گھس گیا تھا۔پلکوں کا جھپکنا قصہ و دیرینہ و

پارینہ بن چکا تھا حیرت ،محبت اور عقیدت کے دریاؤں میں نہایت اونچے درجے کا سیلاب تھا۔ جو کہیں کہیں آنکھوں کے کناروں سے چھلکا پڑتا تھا محویت کا وہی عالم تھا کہ: یہ نظریں اسی در پہ جمی ہیں تو جمی ہیں"[20]

ان سفرنامہ ہائے حجاز میں سفرنامہ نگاروں کے جذباتی کاوشوں کے تشکیل کردہ زاویے دیکھتے ہیں تو ہمیں حجاز مقدّسہ کے ساتھ جذباتی لگاؤ کا رنگ ہر سفرنامے میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان چاہتا ہے کہ جس گھر کی طرف منہ کر کے وہ ساری زندگی نماز پڑھتا ہے اللہ کے اس گھر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔جس نبی ﷺ کی بدولت وہ ایمان کی دولت سے بہرمند ہے اس ﷺ روضے کو دیکھ سکے۔

ڈاکٹر اشفاق احمد ورک جب حرم پاک میں حاضری دیتے ہیں تو جذبے کی شدّت اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ سسکیوں پر قابو نہیں رکھ پاتے اور محبت کے وہ جذبے آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت رواں نظر آتے ہیں۔ کچھ ایسی ہی جذباتی کیفیت کا شکار راجا محمد یعقوب حفیظ اس وقت ہوتے ہیں جب وہ روضۂ رسولﷺ میں حاضری دیتے ہیں ۔

جب ہم عبد الرؤف غزنوی اور محمد مبشر نذیر روضۂ رسولﷺ میں حاضر ہونا دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے گردوپیش سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔ وہ

خود کو خواب کی سی کیفیت میں محسوس کرتے ہیں۔ جذبوں کی اس تپش میں وہ اپنے قلم سے نکلے والے ا یک ایک لفظ کو متبر ک جانتے ہیں۔

عرفان صدیقی کے سفرنامے میں بھی ہمیں دیگر سفرنامہ نگاروں کی طرح جا بجا جذباتی ماحول ملتا ہے۔ ان کی جب مدینے میں آمد ہوتی ہے۔ تواس پر کیف فضا کے زیر اثر چلے جاتے ہیں اور اس کیفیت کی سرشاری میں وہ خود کوآپ ﷺکامہمان بننے پر نازاں دکھائی دیتے ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ جب مزدلفہ کی رات کا نظارہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں تو پورا ماحول جذباتی کیفیت میں ڈھل جاتا ہے۔ اور قاری کو اس کی تاثیر اپنی روح میں اترتی محسوس ہوتی ہے۔اسی طرح سفرنامہ "غار حرا میں ایک رات "میں بھی انہی کیفیتوں اور جذبوں کا بھر پور اظہار ہوتا ہے۔

ڈاکٹر آصف محمود جاہ سفرنامہ "اللہ کعبہ اور بندہ "میں جذباتی کیفیت کا اظہار جابجا کرتےنظر آتے ہیں۔ جذباتی کیفیت کے اظہار کی بہت خوبصورت مثال ان کا مذکورہ بالا اقتباس ہے۔ ان کے سفرنامے میں قدم قدم پر جذبات کا والہانہ پن اور احساسات کی لطافت ملتی ہے۔ابو یحیٰ اور ڈاکٹر محمد عقیل کے سفرناموں میں بھی جذباتی لمحات کا خوبصورت الفاظ میں اظہار ملتا ہے۔

مندرجہ بالا سفرنامہ نگاروں کے سفرناموں میں جذباتی کاوشوں کے بہت خوبصورت زاویےتشکیل پاتے ہیں ۔

جیسے راجا محمدیعقوب، مبشر نذر،وقار مسعود خان،ابو یحیٰ، اشفاق احمد ورک، عبد الرؤف غزنوی نے اپنے سفرناموں میں ان جذبات وکیفیات کا اظہار بھرپور طریقے اور ادب واحترام سے کیا ہے۔ جو سفر حج وعمرے کے دوران مدینہ ، مکّہ اور اس کے گردوپیش میں ان کے دلوں میں در آئیں۔ اسی طرح عرفان صدیقی ، ،مستنصر حسین تارڑ اور محمد آصف محمود جاہ کے سفرناموں سے بھی ان کا پیار اور جذبہ تقدس جھلکتا نظر آتا ہے۔ جذبات کے اظہار کے معاملے میں کچھ سفرنامہ نگار ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اپنے جذبات کا اظہار کھل کر نہیں کرتے ہیں۔ سفرنامہ نگار جب حرم کعبہ، مسجد نبویؐ ، منیٰ ، مزدلفہ اور عرفات میں حاضری کے جذبات بیان کرتے ہیں تو ان کا دامن عقیدت واحترام کے آنسوؤں سے بھیگا نظر آتا ہے وہ اپنے گناہوں پر نادم اور رحمت خداوندی پر نازاں دکھائی دیتے ہیں جبکہ کچھ سفرنامہ نگار جیسے عرفان صدیقی،مستنصر حسین تارڑ اور ڈاکٹر آصف علی جاہ اپنے احساسات کا والہانہ اظہار کرتے نظر آتے ہیں ۔ ان سفرنامہ نگاروں کا انداز نرالا ہے اور جذبہ عشق سے بھر پور نظر آتا ہے۔ یہ سب جب حجاز کی طرف عازم سفر ہوتے ہیں تو ان مقامات کو دیکھ کر یہ جذبات خاص کیفیات میں ڈھل کر الفاظ کا روپ دھار لیتے ہیں اور قاری بھی انہی کیفیات سے آشنا ہو جاتا ہے جو ان مقامات پر سفرنامہ نگاروں میں در آتی ہیں۔ اکیسویں صدی کے سفرنامہ ہائے حجاز میں بھی

سفرنامہ نگاروں کی جذباتی کاوشوں کے تشکیل کردہ زاویوں کے اپنے رنگ ہیں جو ان کی مذہبی وابستگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

ایسی سر زمین جہاں قدم قدم پرعشق الہیٰ و محبت رسولﷺ کی داستانیں رقم ہوں وہاں جا کر کیسے ایک مسلمان جذباتی وابستگی سے دوچار نہ ہو،جہاں اسے قلبی سکون اور ذہنی آسودگی میسر آئے وہاں کیسے وہ رب کریم کی رحمتوں کو محسوس نہ کرے۔اور جب زائر ان کیفیات کا اظہار نہ صرف زبان سے کر سکتا ہو بلکہ لکھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو تو کیوں نہ اپنے جذبات کااظہار تحاریر سے کرےتاکہ پڑھنے والا بھی ان جزبات و کیفیات کو کیسے محسوس کرے جو اس سر زمین میں سفرنامہ نگار کے ذہن و دل میں در آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سفر حجاز کے سفرناموں کے مصنفین اب صرف معلوماتی نکتہ نظر نہیں رکھتے بلکہ قارئین کی ذہنی سطح کو مد نطر رکھتے ہوئے ان کےقلوب و اذہان کو بھی اپنی کیفیات سے اس قدر متاثر کرتے ہیں کہ وہ بھی اس لطف سے آشنا ہو جاتے ہیں جو اس مبارک سفرکے دوران خود سفرنامہ نگار محسوس کرتےہیں ۔

حوالہ جات

[1] اردو ادب میں سفرنامہ،ڈاکٹر انور سدید، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور،س۔ن ،ص۴۸۔

[2] منزل کعبہ شریف ،مستنصر حسین تارڑ، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۱۲ ،ص۳۹۴۔

[3] القرآن ،سورۃ آل عمران،آیت نمبر ۹۷۔

[4] قرآن پاک، سورۃ بقرہ،آیت نمبر ۱۹۶۔

[5] سنن ترمذی، تالیف امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، فرید بک سٹال لاہور۲۰۰۱ء حدیث نمبر ۷۹۱، ص ۲۳۵۔

[6] مکہ مدینہ ،عرفان صدیقی ،انذار پبلیکیشنز لا ہور ۲۰۰۹،ص ۲۵۔

[7] منزل کعبہ شریف، مستنصر حسین تارڑ، شریف سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۴،ص ۱۹۴۔

[8] سوئے طیبہ ،راجا محمد یعقوب حفیظ، اسلامک پبلیکیشنز ،۲۰۰۶،ص ۵۶۔

[9] قرآن اور بائبل کے دیس میں،محمد مبشر نذر، کتابستان پبلیشرز لاہور ۲۰۰۶ ص ۸۶۔

[10] ہوا کے دوش پر،وقار مسعود خان، خانیوالہ ، پیپلز پبلیکیشنز ۲۰۰۷، ص ۱۵۔

[11] القرآن ، سورۃ بقرہ ،آیت نمبر۱۲۵۔

[12] حج کا سفرنامہ،ڈاکٹر محمد عقیل، انذار پبلیکیشنز لا ہور ۲۰۰۹ ص ۱۹۔

[13] صحیح بخاری,ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، حدیث نمبر۲۳۹۴۔

[14] غـــار حـــرا میں ایـــک رات, مستنصـــر حســـین تـــارڑ، ، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۷، ص۱۶۱۔

[15] صـــحیح بخـــاری، ابـــو عبـــد اللہ محمـــد بن اســـماعیل بخاری ،حدیث نمبر ۳۶۶۴۔

[16] اللہ، کعبہ اور بندہ ،ڈاکٹر آصف محمود جاہ،علم و عرفان بپلیشرز لاہور ۲۰۲۰،ص۲۱۷۔

[17] کھـــول آنکھ زمیں دیکھ، ابـــو یحیٰ، انـــذار پبلیشـــرز لاہور۲۰۰۸ ، ص۲۵۷۔

[18] حکایـات و مہر و وفـا مفـتی عبـدالرؤف غزنـوی، مکتبہ غزنوی کراچی ۲۰۱۷،ص۵۶۔

[19] القران ، سورہ آل عمران ،آیت نمبر ۹۷۔

[20] جو اماں ملی تو کہاں ملی،ڈاکٹر اشفاق احمـد ورک، رنـگ ادب پبلیکیشنز کراچی۲۰۱۶ ، ص۲۵۔